کوشش کرو کہ اُردو ہماری مادری زبان بن جائے

از

سیدنا حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

کوشش کرو کہ اُردو ہماری مادری زبان بن جائے

(فرمودہ ۲۹ رجولائی ۱۹۴۹ء بمقام پارک ہاؤس کوئٹہ)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے خدام الاحمدیہ کے ایڈریس کے جواب میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

''قائد صاحب مجلس خدام الاحمدیہ کوئٹہ نے اپنی کارگزاری کی جو رپورٹ پڑھ کر سنائی ہے اِس پر مجھے اِس لحاظ سے خوشی حاصل ہوئی کہ یہاں کے خدام میں ایک حد تک بیداری پائی جاتی ہے اور وہ اپنے اس نام کی قدر کرتے اور اس کے مطابق اپنی زندگی بسر کرتے ہیں جو اُنہوں نے اپنے لئے اختیار کیا ہے۔ جیسا کہ احباب کو معلوم ہے چند دن سے مجھے دردِ نقرس دوبارہ شروع ہو گیا ہے جس کی وجہ سے زیادہ دیر بیٹھ نہیں سکتا اِس لئے زیادہ لمبی باتیں بیان نہیں کر سکوں گا مگر پھر بھی میں چاہتا ہوں کہ اِس تقریب پر کچھ باتیں بیان کر دوں۔

سب سے پہلی بات جو ایڈریس کے ساتھ تو تعلق نہیں رکھتی لیکن نہایت اہم ہے وہ یہ ہے کہ ہندوستان میں مختلف قوموں اور زبانوں کے اختلاط سے ایک زبان پیدا ہوئی جس کو اُردو کہتے ہیں۔ اِس زبان کی طرف ہندوستان میں بہت کم توجہ رہ گئی ہے بلکہ یہ کوشش کی جا رہی ہے کہ اِسے بالکل مٹا دیا جائے۔ پنجاب کا شہری طبقہ اِس کا بہت شائق چلا آتا ہے اور اِس میں علامہ اقبال اور حفیظ جالندھری جیسے بڑے بڑے شاعر پیدا ہوئے ہیں جنہوں نے اُردو زبان کی بہت خدمت کی ہے اور ان کی وجہ سے ہندوستان اور اس کے باہر اُردو زبان بہت مقبول ہو گئی ہے۔ مگر پنجاب کے عوام اور غیر تعلیم یافتہ اشخاص ابھی اِس سے بہت دُور ہیں اور اُنہیں اِس میں کلام کرنا دوبھر معلوم ہوتا ہے۔ اگر وہ اس میں بات کریں تو طریق گفتگو غیر زبان دانوں کا سا معلوم

ہوتا ہے۔ یوں تو غیر مادری زبان میں گفتگو کرتے وقت ہمیشہ ہی مشکلات پیش آتی ہیں اور لازمی طور پر لہجہ میں فرق معلوم ہوتا ہے تاہم اگر آپس میں اُردو زبان میں ہی گفتگو کی جائے تو اِس میں مہارت حاصل کر لینا کوئی مشکل امر نہیں۔ مثلاً میری مادری زبان اگرچہ اُردو ہے مگر میں نے پنجاب میں پرورش پائی ہے اس لئے میں یہ نہیں کہہ سکتا بلکہ یہ کہنا لغو ہوگا کہ میرا لہجہ دہلی والوں کا سا ہے۔

مجھے یاد ہے ایک دفعہ بچپن میں میں دہلی اپنی ایک نانی کو ملنے کیلئے گیا۔ مشہور مترجم قرآن مرزا حیرت صاحب ان کے بیٹے اور میرے ماموں تھے اُنہیں احمدیت سے حد درجہ کا تعصب تھا مگر بہرحال چونکہ وہ میرے ماموں تھے اس لئے دوسرے رشتہ داروں نے مجھ سے کہا کہ اپنے ماموں مرزا حیرت صاحب کو بھی سلام کر آؤ۔ میری عمر اُس وقت تیرہ چودہ سال کی تھی۔ دہلی والوں کی عادت جیسے پان کی گلوری پیش کرنے کی ہے اُسی کے مطابق میری نانی صاحبہ نے بھی مجھے پان کی گلوری دی۔ دہلی میں یہ رواج ہے کہ پان میں چھالیہ زیادہ ڈالتے ہیں میں بھی اپنی والدہ صاحبہ کی وجہ سے پان کھایا کرتا ہوں لیکن چھالیہ زیادہ پڑا ہو تو اس کی میں برداشت نہیں کر سکتا۔ میں جتنا چھالیہ کھایا کرتا ہوں اس سے کلّہ بھرتا نہیں لیکن دہلی والے پان میں اتنا زیادہ چھالیہ ڈالتے ہیں کہ اسے کھاتے وقت کلّہ بھر جاتا ہے لیکن چونکہ وہ پان مجھے میری نانی نے دیا تھا اس لئے میں لینے سے انکار بھی نہیں کر سکتا تھا اس گلوری سے میرا کلّہ بھر گیا اور اُسی طرح میں اپنے ماموں مرزا حیرت صاحب کو ملنے کے لئے چلا گیا۔ ان کا دفتر باہر ایک چوبارہ پر واقع تھا۔ اُنہوں نے بھی مجھے پان کی ایک گلوری دے دی جس سے میرا دوسرا کلّہ بھی بھر گیا اور پھر جیسے بچوں سے باتیں کی جاتی ہیں اُنہوں نے مجھ سے دریافت کیا اچھا میاں! یہ تو بتاؤ تم کونسی زبان میں باتیں کیا کرتے ہو اُردو میں یا پنجابی میں؟ اُس وقت تک میں پنجابی نہیں جانتا تھا اب تو تقریر بھی کر لیتا ہوں پھر میرے دونوں کلّے بھرے ہوئے تھے اور اُگالدان پاس تھا نہیں اس لئے میرے لئے بولنا مشکل ہو گیا اور اُنہوں نے جب پوچھا میاں! تم اُردو میں باتیں کرتے ہو یا پنجابی میں؟ تو میں نے بڑی مشکل سے جواب دیا کہ میں دونوں میں بات کر لیتا ہوں۔ کلّے چونکہ بھرے ہوئے تھے اس لئے اپنے مفہوم کو صاف طور پر ادا نہ کر سکا۔ مرزا حیرت صاحب

احمدیت کے شدید مخالف تھے اور دہلوی ہونے کی وجہ سے غرور بھی تھا۔ وہ قہقہہ مار کر ہنس پڑے اور کہنے لگے بس بس مجھے پتہ لگ گیا ہے کہ تم کس زبان میں بات کرتے ہو۔ یہ ہے تو ایک لطیفہ مگر یہ بات ظاہر ہے کہ ہم میں سے کسی کا یہ کہنا کہ اس کا لہجہ دہلی والوں کا سا ہے درست نہیں۔ ہماری مادری زبان اُردو ہے اور ہمارا خون دہلی والوں کا ہے بلکہ ان کا خون ہے جن کے خون سے اُردو بنا ہے۔ جیسے میر درد اور مرزا غالب لیکن بوجہ پنجاب میں پرورش پانے کے ہم میں ایسے آثار اور علامات پائی جائیں گی جن سے صاف معلوم ہوگا کہ ہم پورے ہندوستانی نہیں۔ بعض وقت محاوروں کا بھی اثر پڑ جاتا ہے بوجہ پنجابی ماحول ہونے کے بغیر خیال کے کوئی نہ کوئی پنجابی محاورہ منہ سے نکل جاتا ہے۔ ہم گھر میں عموماً بچوں سے مذاق کرتے ہیں وہ بات کرتے ہوئے بعض دفعہ پنجابی کے الفاظ بول جاتے ہیں۔ وہ بھی جانتے ہیں کہ وہ الفاظ اُردو زبان کے نہیں لیکن غیر ارادی طور پر ان کے منہ سے نکل جاتے ہیں۔

میں ایک دفعہ دہلی گیا۔ خواجہ حسن نظامی صاحب نے میری دعوت کی۔ مولوی نذیر احمد صاحب کے پوتے جو ذاتی رسالہ نکالتے ہیں اُن کے ماموں میرے ساتھ تھے اُنہوں نے میری کوئی تقریر سنی ہوئی تھی۔ اُنہوں نے میرے لحاظ یا تکلّف کی وجہ سے کہا کہ خواجہ صاحب! میں نے ان کی تقریر سنی ہے ان کا لہجہ بالکل دہلی والوں کا سا ہے اور یہ بالکل پنجابی معلوم نہیں ہوتے مگر خواجہ صاحب اپنے رنگ کے آدمی ہیں اُنہیں یہ بات بُری لگی اُنہوں نے کہا میں تو یہ بات نہیں مان سکتا۔ میں نے اِن کی کتابیں پڑھی ہوئی ہیں اِن میں بعض مقامات پر پنجابی محاورات استعمال ہوئے ہیں۔ لیکن آخر وہ بھی دہلوی تھے اُنہوں نے فوراً کہا۔ خواجہ صاحب! میں نے تقریر کا ذکر کیا تھا کتاب کا نہیں۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ ہم تقریر میں بھی بعض پنجابی محاورات غیر ارادی طور پر استعمال کر جاتے ہیں تاہم متواتر بولنے اور ہمیشہ اُردو میں ہی گفتگو کرنے کی وجہ سے عادت ہو جاتی ہے۔

پس میں آپ کو **ایک نصیحت** تو یہ کروں گا کہ اُردو زبان کو نئی زندگی دو اور ایک نیا لباس پہنا دو۔ آپ لوگوں کو چاہیے کہ ہمیشہ اِسی زبان میں ہی گفتگو کیا کریں۔ جب ہم اُردو میں ہی گفتگو کریں گے تو لازمی بات ہے کہ بعض الفاظ کے متعلق ہمیں یہ پتہ نہیں لگے گا کہ اِن کو اُردو زبان

میں کس طرح ادا کرتے ہیں۔ اس پر ہم دوسروں سے پوچھیں گے اور اِس طرح ہمارے علم میں ترقی ہوگی۔ بعض چھوٹی چھوٹی باتیں ہوتی ہیں لیکن انسان کو بڑی عمر میں بھی اُن کی سمجھ نہیں آتی لیکن جب وہ ایک زبان میں گفتگو کرنا شروع کر دے تو ان پر عبور حاصل کر لیتا ہے۔ پس ہمارے نوجوانوں کو چاہیے کہ وہ پنجابی زبان چھوڑ دیں اور اُردو کو جواَب بے وطن ہوگئی ہے اپنائیں۔ یہ بھی ایک بڑا مہاجر ہے جس طرح مہاجروں کو زمینیں مل رہی ہیں چاہیے کہ اِسے بھی اپنے مُلک میں جگہ دی جائے اور اِسے اتنا رائج کر دیا جائے کہ آہستہ آہستہ یہ ہماری مادری زبان بن جائے۔ میں اُن لوگوں میں سے نہیں جن کے خیال میں پنجابی زبان کو زندہ رکھنا ضروری ہے۔ میرے نزدیک اُردو زبان کو ہی ہمیں اپنی زبان بنالینا چاہیے اور اِسے رواج دینا چاہیے۔ مُلک کے کناروں اور پہاڑوں پر کہیں کہیں پنجابی زبان باقی رہ جائے تو حرج نہیں۔ اگر کسی کو پنجابی زبان سننے یا بولنے کا شوق ہوگا تو وہ وہاں جا کر سن لے گا یا بول لے گا۔ بس میری پہلی نصیحت تو یہ ہے کہ تم اُردو زبان کو اپناؤ اور اِس کو اتنا رائج کردو کہ یہ تمہاری مادری زبان بن جائے اور تمہارا لہجہ اُردو دانوں کا سا ہو جائے۔

دوسری چیز جس کے متعلق میں آپ لوگوں کو نصیحت کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ علم کے بغیر کبھی صحیح عمل پیدا نہیں ہوسکتا۔ اِس میں کوئی شُبہ نہیں کہ عمل کے بغیر بھی انسان حقیقی زندگی حاصل نہیں کرسکتا۔ عالم بے عمل کی مثال اُس گدھے کی سی ہے جس کی پیٹھ پر کتابیں لدی ہوئی ہوں۔ لیکن اِس میں بھی کوئی شُبہ نہیں کہ اگر علم نہ ہو اور پھر انسان کوئی عمل کرے تو وہ غلط قسم کا ہوگا اور اس کی مثال اُس ریچھ کی سی ہوگی جس سے کسی آدمی کی دوستی ہوگئی اور وہ اُسے مکھیاں اُڑانے کے لئے اپنی ماں کے پاس بٹھا گیا۔ وہ مکھیوں کو اُس کی ماں کے منہ سے اُڑاتا لیکن وہ پھر آ بیٹھتیں۔ اُس نے خیال کیا کہ جو مکھی اُڑتی نہیں اُسے مار ڈالنا چاہیے۔ چنانچہ اُس نے ایک پتھر اُٹھایا اور مکھی پر دے مارا۔ وہ مکھی تو شاید مری یا نہ مری لیکن ماں مرگئی۔ اِسی طرح بے علم آدمی ایسی غلطیاں کر جاتا ہے کہ اُن کی اصلاح اور ازالہ مشکل ہوتا ہے۔ میں نوجوانوں کو اِس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ اُن میں خصوصیت کے ساتھ کوئی ایسا آدمی نہیں ہونا چاہیے جو قرآن کریم کا ترجمہ نہ جانتا ہو۔ جس طرح ہر شخص وکیل تو نہیں بن سکتا لیکن مُلک میں صحیح طور پر امن اُس وقت

تک قائم نہیں ہوسکتا جب تک ہر شخص رائج الوقت قانون سے ایک حد تک واقف نہ ہو۔ ہر شخص چوہدری نذیر احمد یا سلیم نہیں بن جاتا مگر کچھ نہ کچھ قانون کا علم اُسے ہوتا ہے۔ مثلاً وہ جانتا ہے کہ اگر وہ چوری کرے گا تو اُسے سزا ملے گی۔ قانونی باریکیاں وہ نہیں جانتا ان کے لئے اُسے وکیلوں کے پاس جانا پڑتا ہے۔ اِسی طرح قرآن کریم کی باریکیوں کو تم بے شک علماء پر چھوڑ دو لیکن معمولی احکام تو ہر شخص کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں اور اُن کا جاننا اُس کا فرض ہے۔

میرے نزدیک جو شخص قرآن کریم کا ترجمہ نہیں جانتا وہ حقیقی مسلمان نہیں۔ جب اُسے پتہ ہی نہیں کہ خدا تعالیٰ نے کیا کہا ہے تو وہ اس پر عمل کیسے کرے گا۔ یہ غلط ہے کہ صرف نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج ہی قرآنی احکام ہیں۔ اِن کے علاوہ اور ہزاروں احکام سے قرآن کریم بھرا پڑا ہے۔ ان کے علاوہ کچھ فکری اور قلبی اعمال ہوتے ہیں پھر ان کا تعہد اور نگرانی کرنے والے اخلاق ہیں جب تک ان کا علم نہ ہو اور ان کے مطابق انسان کا عمل نہ ہو اُس وقت تک نہ نماز نماز رہتی ہے اور نہ زکوٰۃ زکوٰۃ رہتی ہے۔

بھیرہ کے مشہور تاجر تجارت کے لئے بخارا کی طرف جایا کرتے تھے اور بہت نفع حاصل کرتے تھے۔ جب ان کے پاس دولت زیادہ ہوگئی تو لالچ بھی بڑھ گیا اور زکوٰۃ دینے میں کوتاہی شروع کر دی۔ وہ بڑے بڑے تاجر تھے اور ہر ایک کی دس دس پندرہ پندرہ ہزار زکوٰۃ نکلتی تھی۔ اُن دنوں زکوٰۃ اِس طرح ادا کی جاتی کہ وہ سکوں یا سونے چاندی کے گھڑے بھر لیتے اور ان کے اوپر دو تین سیر گندم ڈال دیتے، پھر کسی طالبعلم یا مسجد کے مُلّاں کو گھر بُلاتے، کھلاتے پلاتے اور فراغت کے بعد گھڑے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے میاں! یہ سب کچھ تمہاری ملکیت ہے اور ساتھ ہی یہ کہہ دیتے تم اِسے اُٹھا کر کہاں لے جاؤ گے میرے پاس ہی فروخت کر دو۔ طالب علم اور مُلّاں یہ جانتے تھے کہ اُنہوں نے دینا تو کچھ بھی نہیں صرف ایک بہانہ ہے جو کچھ ملے لے لو۔ وہ کہتے اچھا پانچ سات روپے میں یہ گھڑا میں آپ کے پاس فروخت کرتا ہوں۔ اس طرح وہ زکوٰۃ بھی دے دیتے اور واپس بھی لے لیتے اور سمجھ لیتے ہم نے زکوٰۃ کے حکم پر عمل کر لیا ہے۔ اگر وہ لوگ سارا قرآن کریم پڑھتے تو اُنہیں اور احکام بھی معلوم ہو جاتے اور سمجھ لیتے کہ ہمارا یہ زکوٰۃ دینا محض دکھاوا اور خدا تعالیٰ سے دھوکا ہے اور ہم

دُہرے عذاب کے مستحق ہیں۔

نماز کے متعلق بھی یہی بات ہے بعض نمازیوں کے متعلق خدا تعالیٰ نے وَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ[1] فرمایا ہے یعنی ان کے لئے ہلاکت اور عذاب ہے۔ اگر ہر نماز نماز ہوتی تو خدا تعالیٰ یہ کیوں کہتا۔ دراصل وہ لوگ ظاہری طور پر نماز تو ادا کرتے ہیں لیکن اسے شکل ایسی دے دیتے ہیں کہ وہ ان کے لئے بجائے موجب رحمت بننے کے موجب عذاب بن جاتی ہے۔ پس قرآن کریم کا ترجمہ جاننا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے اور اگر تھوڑا سا بھی تعہد کیا جائے تو یہ کوئی مشکل امر نہیں۔ قرآن کریم کی باریکیاں سمجھنے کی توفیق ہر ایک کو نہیں ملتی جس پر خدا تعالیٰ کا فضل ہو جائے وہی باریکیوں کو جان سکتا ہے۔

میری صحت بچپن سے ہی خراب ہے اور میرے متعلق بچپن سے ہی ڈاکٹروں نے کہہ دیا تھا کہ اگر یہ تیس سال کی عمر تک پہنچ گیا تو سمجھ لینا کہ بچ جائے گا یہی وجہ تھی کہ بچپن میں مجھ پر پڑھائی کیلئے کوئی دباؤ نہیں ڈالتا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک دفعہ مجھے فرمایا کہ اگر تم تین کام کر لو تو کسی اور چیز کی ضرورت نہیں۔ ایک تو قرآن کریم کا ترجمہ پڑھ لو، دوسرے بخاریؒ پڑھ لو اور تیسرے کچھ طب پڑھ لو کیونکہ یہ ہمارا خاندانی شغف ہے۔ میں آپ سے ایک رُقعہ لکھوا کر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے پاس چلا گیا اور اُنہیں بتایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے تم یہ تین چیزیں پڑھ لو باقی تمہاری صحت اجازت دے تو کچھ پڑھ لینا ورنہ ضرورت نہیں۔ آپ بہت ہی خوش ہوئے اور فرمایا میری تو دیر سے یہ خواہش تھی اور یہ تینوں چیزیں ایسی ہیں جو میں جانتا ہوں چنانچہ قرآن کریم کا ترجمہ میں نے آپ سے چھ ماہ میں پڑھا۔ میرا گلا چونکہ خراب رہتا تھا اس لئے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل مجھے پڑھنے نہیں دیتے تھے آپ خود ہی پڑھتے جاتے تھے اور میں سنتا جاتا تھا اور چھ مہینہ یا اس سے بھی کم عرصہ میں سارے قرآن کریم کا ترجمہ آپ نے پڑھا دیا۔ پھر تفسیر کی باری آئی تو سارے قرآن کریم کا آپ نے ایک مہینہ میں دَور ختم کر دیا۔ اِس کے بعد میں بھی آپ کے درسوں میں شامل ہوتا رہا ہوں لیکن پڑھائی کے طور پر صرف ایک مہینہ ہی پڑھا ہوں۔ پھر آپ نے مجھے بخاری پڑھائی اور تین مہینہ میں ساری بخاری ختم کرا دی۔ حافظ روشن علی صاحب بھی میرے ساتھ درس میں

شامل ہو گئے تھے۔ وہ بعض دفعہ سوالات بھی کرتے تھے اور حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل اُن کے جوابات دیتے تھے۔ حافظ صاحب ذہین تھے اور بات کو پھیلا پھیلا کر لمبا کر دیتے تھے۔ اُنہیں دیکھ کر مجھے بھی شوق آتا کہ میں بھی اعتراض کروں چنانچہ ایک دو دن میں نے بھی بعض اعتراضات کئے اور حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے اُن کے جوابات دیئے لیکن تیسرے دن جب میں نے کوئی اعتراض کیا تو آپ نے فرمایا۔ میاں! حافظ صاحب تو مولوی آدمی ہیں وہ سوال کرتے ہیں تو میں جواب بھی دے دیتا ہوں لیکن تمہارے سوالات کا میں جواب نہیں دوں گا مجھے جو کچھ آتا ہے تمہیں بتا دیتا ہوں اور جو نہیں آتا وہ بتا نہیں سکتا۔ تم بھی خدا کے بندے ہو اور میں بھی خدا کا بندہ ہوں۔ تم بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اُمّت میں شامل ہو اور میں بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت میں شامل ہوں، اسلام پر اعتراضات کا جواب دینا صرف میرا ہی کام نہیں تمہارا بھی فرض ہے کہ تم سوچو اور اعتراضات کے جوابات دو مجھ سے مت پوچھا کرو۔ چنانچہ اِس کے بعد میں نے آپ سے کوئی سوال نہیں کیا اور میں سمجھتا ہوں کہ سب سے زیادہ قیمتی سبق یہی تھا جو آپ نے مجھے دیا۔ میں نے اعتراضات کرنے چھوڑ دیئے اور ان کے جوابات خود سوچنے شروع کئے جس سے مجھے بہت بڑا فائدہ ہوا۔ بعد میں میں نے کچھ کتابیں صَرف ونحو کی بھی پڑھیں لیکن بطور درس کے نہیں شغل کے طور پر پڑھیں۔ مجھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہی ارشاد تھا کہ تم ترجمہ قرآن کریم، بخاری اور کچھ طب پڑھ لو لیکن میں تمہارے لئے اِس کا بھی خلاصہ بیان کر دیتا ہوں تم قرآن کریم کا ترجمہ پڑھ لو، بخاری اور دوسری کتابیں تمہیں خود بخود آجائیں گی۔

اگر کوئی شخص قرآن کریم کا ترجمہ نہیں پڑھتا تو میں تو یہ سمجھ ہی نہیں سکتا کہ وہ اپنے آپ کو مسلمان کیسے قرار دیتا ہے۔ قرآن کریم ایک خط ہے جو خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں کو لکھا ہے لیکن وہ کیسا مسلمان ہے جو اسے پڑھتا نہیں بلکہ جیب میں ڈالے پھرتا ہے۔ کیا تم میں سے کوئی شخص ایسا ہے کہ اُس کے ماں باپ، بہن بھائی، بیوی بچوں یا دوسرے عزیزوں کا خط آئے اور وہ اُسے جیب میں ڈال دے پڑھے نہیں؟ اگر تمہیں کسی عزیز کا خط ملتے ہی یہ شوق پیدا ہو جاتا ہے کہ میں اُسے پڑھوں تو یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ سے ہمیں محبت بھی ہو اور پھر وہ خط لکھے

اور ہم پڑھیں نہیں۔ اگر واقعہ میں قرآن کریم خدا تعالیٰ کا خط ہے جو اُس نے اپنے بندوں کو لکھا ہے تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ خط اس کے پاس ہو اور پھر وہ چپ کر کے بیٹھا رہے اس کا ترجمہ نہ سیکھے۔ میں نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل سے یہ مثال سنی ہے کہ جتنا کوئی اَن پڑھ ہوتا ہے وہ خط پڑھوانے کی زیادہ کوشش کرتا ہے۔ کسی بڑھیا کے پاس اس کے بیٹے کا خط آتا ہے تو وہ مُلّاں کے پاس جاتی ہے اور اُسے کہتی ہے میاں! میرے بیٹے کا خط پڑھ دو اور وہ خط پڑھ دیتا ہے تو اسے تسلی نہیں ہوتی۔ پھر وہ کسی اور کو دیکھتی ہے اور سمجھتی ہے کہ وہ پڑھا ہوا ہے تو وہ اُس کے پاس جاتی ہے اور کہتی ہے کہ میرے بیٹے کا خط سنا دو۔ اِسی طرح جب تک وہ سات آٹھ آدمیوں سے اپنے بیٹے کا خط نہیں سن لیتی اسے تسلی نہیں ہوتی۔

پس تم میں سے جتنے بھی اَن پڑھ ہیں اُنہیں دوسروں سے زیادہ سیکھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اگر کسی چیز کو سیکھنے کی کوشش کی جائے تو وہ ضرور آجاتی ہے۔

ایک بزرگ کا واقعہ لکھا ہے کہ وہ ایک بادشاہ کے وزیر تھے انہیں علم سیکھنے اور سکھانے کا بہت شوق تھا۔ اُنہوں نے شہر کے لوگوں سے کہا مجھے چالیس لڑکے دے دو اور انہیں بارہ سال تک میرے پاس رہنے دو۔ اس کے بعد وہ جو چاہیں کریں۔ لوگوں کو ان پر اعتبار تھا انہوں نے اپنے لڑکے دے دیئے۔ اس بزرگ نے ایک مکان لیا اور خود بھی اس میں آ گئے اور کچھ استاد رکھ لئے۔ ان کا طریق یہ تھا کہ وہ صبح کے وقت اُٹھتے اور قرآن کریم بچوں کے سامنے رکھ دیتے اور کہتے تلاوت کرو۔ اس کے بعد تہجد پڑھواتے پھر صبح کی نماز کا وقت ہو جاتا ان سے اذان دلواتے، اذان اور نماز کے درمیان انہیں قرآن کریم کی ایک آیت بتا دیتے اور کہتے اسے یاد کرلو۔ پھر صبح کی نماز پڑھواتے اور نماز کے بعد ایک حدیث یاد کراتے۔ اِس کے بعد انہیں باہر لے جاتے اور ورزش کرواتے۔ جب دھوپ سر پر آ جاتی تو اُنہیں دریا کے کنارے لے جاتے اور اُنہیں تیراندازی سکھاتے۔ جب ورزش اور تیراندازی کر کے واپس آ جاتے تو انہیں دو تین چھوٹے چھوٹے اسباق اِس رنگ میں دیتے کہ ایک چھوٹا سا مسئلہ نحو کا بتا دیا، ایک چھوٹا سا مسئلہ صَرف کا بتا دیا اور کسی بڑے شاعر کا ایک شعر بتا دیا اور اُس کی لغت یاد کرا دی۔ پھر ظہر کا وقت آ جاتا نماز پڑھواتے اور نماز کے بعد لڑکوں کو عربی کی کوئی ایک ضرب المثل یاد کرا دیتے، کوئی ایک

فقہ کا مسئلہ بتا دیتے یا منطق کا کوئی مسئلہ بتا دیتے۔ پھر عصر کی نماز کا وقت آ جاتا عصر کی نماز پڑھواتے اور اس کے بعد انہیں باہر لے جاتے اور وہاں فنونِ جنگ کی مہارت کرواتے۔ اِس طرح وہ سارا دن انہیں مختلف کام سکھانے میں لگے رہتے۔ بارہ سال کے اندر اندر اُنہوں نے اِن لڑکوں کو قرآن وحدیث کا پورا ماہر بنا دیا، قرآن کریم کا حافظ بنا دیا، پورا منطقی اور پورا فقیہہ بنا دیا اور اس کے ساتھ اُنہیں پورا سپاہی بھی بنا دیا۔

غرض ایک ایک چیز کا روزانہ یاد کر لینا کوئی مشکل بات نہیں تم روزانہ چند آیات یاد کر لو تو بڑی آسانی کے ساتھ تھوڑے ہی عرصہ میں سارے قرآن کریم کا ترجمہ پڑھ سکتے ہو۔ بعض آیات تو بہت چھوٹی چھوٹی ہوتی ہیں اگر انہیں دوسری چھوٹی آیات کے ساتھ ملا کر بڑی آیت کے برابر سمجھ لیا جائے اور اگر اڑھائی تین سطروں کا بھی روزانہ اندازہ رکھا جائے تو بڑی آسانی کے ساتھ تم تین سال کے اندر اندر پورے قرآن کریم کا ترجمہ سیکھ سکتے ہو۔ یہ سکیم بچوں میں بھی شروع کرنی چاہیے اور اگر لجنہ اماء اللہ بھی اِس سکیم کو اپنا لے تو پھر مائیں اپنے بچوں کو قرآن کریم کا ترجمہ پڑھا سکتی ہیں۔ تم بے شک خادم ہو لیکن اگر تمہیں خدمت کے طریق کا ہی پتہ نہ لگے تو تم کرو گے کیا؟ بے شک پانی پلا دینا اور مسجد کی صفائی کر دینا بھی اچھے کام ہیں مگر قرآن کریم میں اور بھی ہزاروں احکام ہیں اور جب تم انہیں جانتے ہی نہیں تو تم ان پر عمل کیسے کر سکتے ہو۔ خادم کے لئے ضروری ہے کہ اسے آقا کی مرضی معلوم ہو۔

پس ایک نصیحت تو میں یہ کروں گا کہ تم اُردو میں گفتگو کرنے کی عادت ڈالو اور اتنی عادت ڈالو کہ تمہارا لہجہ اُردو دانوں کا سا ہو جائے۔ الفاظ اور محاورات کی اصلاح بعد میں ہو جائے گی۔ دوسری نصیحت میری یہ ہے کہ بے شک مخلوق کی خدمت کرو لیکن اگر تمہیں قرآن کریم کا ترجمہ نہیں آتا تو تم یہ کام پوری طرح نہیں کر سکتے۔ اگر تمہیں قرآن کریم کا ترجمہ آتا ہے تو باقی سب چیزیں تمہارے لئے آسان ہو جائیں گی۔

چوہدری ظفر اللہ خان صاحب جب شام میں گئے تو وہاں کے ایک وزیر نے اُن سے پوچھا کہ آپ نے کسی دینی مدرسے میں دینی تعلیم حاصل کی ہے؟ اُنہوں نے جواب دیا میں نے تو صرف قرآن کریم کا ترجمہ پڑھا ہے جب قرآن کریم کا ترجمہ آتا ہو تو باقی سب مضامین آسان

ہو جاتے ہیں۔ اس کے مضامین کو سمجھنے کے لئے دوسری کتابوں کے حوالوں کی ضرورت پڑتی ہے اور اس طرح ساری چیزیں آ جاتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم کا ترجمہ سیکھنے کے بعد دوسرے علوم کا شوق خود بخود پیدا ہو جاتا ہے۔ ہمارا سارا علم تو ہے ہی قرآن۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم صرف قرآن کریم ہی پڑھے ہوئے تھے۔

لاہور میں میرے پاس ایک دفعہ دو دیوبندی مولوی آئے ان میں سے ایک نے غصہ والی شکل بنا کر مجھ سے پوچھا آپ کیا پڑھے ہوئے ہیں؟ میں نے کہا میں تو کچھ بھی پڑھا ہوا نہیں صرف قرآن کریم جانتا ہوں۔ اُس نے دوبارہ پوچھا۔ آپ بتائیں تو سہی آپ کیا پڑھے ہوئے ہیں؟ میں نے کہا آپ کے نزدیک جو پڑھائی ہے وہ میں نے نہیں کی میں صرف قرآن کریم کا ترجمہ جانتا ہوں۔ اُس نے کہا بس آپ صرف قرآن کریم کا ترجمہ ہی جانتے ہیں؟ میں نے کہا ہاں ترجمہ سے باہر کوئی چیز رہ جاتی ہو تو وہ میں نہیں جانتا۔ وہ غصہ میں تھا اور اُس نے میرا جواب نہ سمجھا۔ دوسرے مولوی نے اسے چٹکی بھرتے ہوئے کہا وہ کہہ تو رہے ہیں میں قرآن کریم پڑھا ہوا ہوں اور تم یہ ثابت کر کے کہ قرآن کریم سے باہر کوئی چیز ہے اپنی کم علمی اور بیوقوفی کا ثبوت دے رہے ہو۔

بہر حال یہ حقیقت ہے کہ قرآن کریم کے اندر سارے علوم آ جاتے ہیں۔ میں پرائمری فیل ہوں لیکن میں تمام مذاہب کو چیلنج کر کے کہہ سکتا ہوں کہ اگر کوئی ایسا اعتراض ہو جس کا قرآن کریم کے ساتھ ٹکراؤ ہوتا ہو تو میں اس کا جواب دوں گا اور خالی جواب ہی نہیں دوں گا بلکہ اعتراض کرنے والے کو چپ کرا کے چھوڑوں گا۔ قرآن کریم کے اندر سارے گُر موجود ہیں اور اصل عقل گروں سے ہی آتی ہے۔ اگر تم قرآن کریم پڑھ لو تو تمہارے اندر وہ مادہ پیدا ہو جائے گا جس سے تم ہر قسم کے دشمن کا مقابلہ کر سکو گے اور تمہاری عقل اتنی تیز ہو جائے گی کہ دنیا کا کوئی علم ایسا نہیں ہوگا جس سے تم مرعوب ہو۔ پس قرآن کریم کا ترجمہ سیکھنا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے جس کی میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں۔

اس کے بعد میں آپ لوگوں کی خواہش کے مطابق دعا کروں گا۔ باقی خدام کو بھی اپنی دعاؤں میں شامل کر لیں بلکہ ساری دنیا کے لوگوں کو اپنی دعاؤں میں شامل کر لیں تا کہ وہ قرآن کریم

سیکھیں اور اس پر عمل کریں۔خواہ کوئی ہندو ہے یا کوئی عیسائی یا کسی اَور مذہب کا پیرو سب کو اسلام میں لانا ہمارا فرض ہے۔اگر وہ قرآن کریم کو ماننے لگ جائیں، مخلوق کی خدمت میں لگ جائیں تو یہی دنیا جو جہنم نظر آتی ہے اور لڑائیوں کی جگہ بنی ہوئی ہے امن کا گہوارہ بن جائے۔

(الفضل ۱۲؍اکتوبر ۱۹۶۰ء)

---

۱ الماعون: ۵